مولوی نذیر احمد
(۱۸۳۶ء - ۱۹۱۲ء)

# اکبری کی حماقتیں

{اکبری (مزاج دار بہو) ایک خاصی بے وقوف اور پھوہڑ لڑکی ہے جس کی شادی محمد عاقل سے ہوئی۔ اس نے ساس سسر سے لڑنے جھگڑنے کے بعد روٹھ کر اپنے خاوند کے ساتھ الگ گھر میں رہنا شروع کیا لیکن اس کی بدانتظامی اور ناسمجھی نے گھر کو برباد کر کے رکھ دیا۔ اسی دوران میں وہ کٹنی کے ہتھے چڑھ گئی۔}

اتفاق سے ان دنوں ایک کٹنی شہر میں وارد تھی اور ہر جگہ اس کا غُل تھا۔ محمد عاقل نے بھی بی بی سے کہہ دیا تھا کہ کسی اجنبی عورت کو گھر میں مت آنے دینا، ان دنوں ایک کٹنی آئی ہوئی ہے، کئی گھروں کو لوٹ چکی ہے لیکن مزاج دار شدت سے بے وقوف تھی۔ اس کی عادت تھی کہ ہر ایک سے جلد گھل مل جانا۔ ایک دن وہی کٹنی جُجن کا بھیس بنا، اس گلی میں آئی۔ یہ مکار جُجن بے وقوف عورتوں کو پھسلانے کے لیے طرح طرح کے تبرّکات اور صدہا قسم کی چیزیں اپنے پاس رکھا کرتی تھی: تسبیح، خاکِ شفا، زمزمیاں، مدینہ منورہ کی کھجوریں، کوہِ طور کا سرمہ، خانہ کعبہ کے غلاف کا ٹکڑا، عقیق البحر اور مونگے کے دانے اور نادِ علی، پنج سورہ اور بہت سی دعائیں۔ گلی میں آ کر جو اس نے اپنی دکان کھولی تو بہت سی لڑکیاں جمع ہو گئیں۔ مزاج دار نے بھی سنا۔ زلفن سے کہا "گلی سے اٹھنے لگے تو جُجن کو یہاں بلا لانا۔ ہم بھی تبرکات کی زیارت کریں گے۔" زلفن جا کھڑی ہوئی اور جُجن کو بلا لائی۔ مزاج دار نے بہت خاطر داری سے جُجن کو پاس بٹھایا اور سب چیزیں دیکھیں۔ سرمہ اور نادِ علی دو چیزیں پسند کیں۔ جُجن نے مزاج دار کو باتوں ہی باتوں میں تاڑ لیا کہ یہ عورت جلد ڈھب پر چڑھ جائے گی۔ ایک پیسے کا بہت سا سرمہ تول دیا اور دو آنے کو نادِ علی حوالے کی اور فیروزے کی ایک انگوٹھی تبرّک کے طور پر اپنے پاس سے مفت دی۔ مزاج دار ریجھ گئی۔ اس کے بعد جُجن نے سمندر کا حال، عرب کی کیفیت اور دل سے جوڑ کر دو چار باتیں ایسی کیں کہ مزاج دار نے کمال شوق سے سنا اور اس کی طرف ایک خاص التفات کیا۔ جُجن نے پوچھا "کیوں بی تمھارے کوئی بال بچہ نہیں؟"

مزاج دار نے آہ کھینچ کر کہا: "ہماری تقدیر ایسی کہاں تھی؟"

جُجن نے پوچھا: "بیاہ کو کتنے دن ہوئے؟"

مزاج دار نے کہا: "ابھی برس روز نہیں ہوا۔"

مزاج دار کی بے عقلی کا اب تو جُجن کو یقین ہوا اور دل میں کہنے لگی کہ اس نے تو اولاد کا نام سن کر ایسی آہ کھینچی جیسے

برسوں کا امیدوار۔ ججّن نے کہا: ''ناامیدی کی بات نہیں۔ تمھارے تو اتنے بچے ہوں گے کہ تم سنبھال بھی نہ سکو گی۔ البتہ بالفعل اکیلے گھر میں جی گھبراتا ہوگا۔ میاں کا کیا حال ہے؟''

مزاج دار نے کہا: ''ہمیشہ مجھ سے ناخوش رہا کرتے ہیں۔''

غرض پہلی ہی ملاقات میں مزاج دار نے ججّن کے ساتھ ایسی بے تکلفی کی کہ اپنا حال جزو وکل اس سے کہہ دیا اور ججّن نے باتوں ہی باتوں میں تمام بھید معلوم کرلیا۔ ایک پہر کامل ججّن بیٹھی رہی۔ رخصت ہونے لگی تو مزاج دار نے بہت منت کی کہ اچھی بی ججّن، اب کب آؤ گی؟ ججّن نے کہا: ''میری بھانجی موم گروں کے چھتے میں رہتی ہے اور بہت بیمار ہے۔ اسی کے علاج کے واسطے میں آگرے سے آئی ہوں۔ اس کے دوا معالجے سے فرصت کم ہوتی ہے، مگر ان شاء اللہ دوسرے تیسرے دن تم کو دیکھ جایا کروں گی۔''

اگلے دن ججّن پھر آموجود ہوئی اور ایک ریشمی ازار بند لیتی آئی۔ مزاج دار دور سے ججّن کو آتے دیکھ کر خوش ہو گئی اور پوچھا: ''یہ ازار بند کیسا ہے؟''

ججّن نے کہا: ''بکاؤ ہے۔''

مزاج دار نے پوچھا: ''کتنے کا ہے؟''

ججّن نے کہا: ''چار آنے کا۔ محلے میں ایک بیگم رہتی ہیں، اب غریب ہوگئی ہیں۔ اسباب بیچ بیچ کر گزر کرتی ہیں۔ میں اکثر ان کی چیزیں بیچ دیا کرتی ہوں۔''

مزاج دار اتنا سستا ازار بند دیکھ کر لوٹ ہوگئی۔ فوراً پیسے نکال، ججّن کے ہاتھ پر رکھ دیے اور بہت گڑگڑا کر کہا: ''اچھی بی! جو چیز بکاؤ ہوا کرے، پہلے مجھ کو دکھا دیا کرو۔''

ججّن نے کہا: ''بہت اچھا، پہلے تم، پیچھے اور۔''

اس کے بعد ادھر ادھر کی باتیں ہوا کیں۔ چلتے ہوئے ججّن نے ایک بٹوا نکالا، اس میں کپڑے اور کاغذ کی کئی تہوں میں تھوڑی لونگیں تھیں، ان میں سے دو لونگیں ججّن نے مزاج دار کو دیں اور کہا کہ دنیا میں ملاقات اور محبت اس واسطے ہوا کرتی ہے کہ ایک دوسرے کو فائدہ ہو، یہ دو لونگیں میں تم کو دیتی ہوں، ایک تو تم اپنی چوٹی میں باندھ لو، دوسری بہتر تھا کہ تمھارے میاں کی پگڑی میں رہتی، پر تمھارے میاں شاید شبہ کریں، خیر تکیے میں سی دو اور ان کا اثر آج ہی دیکھ لینا لیکن اتنی احتیاط کرنا کہ پاک صاف جگہ میں رہیں اور اپنے قد کے برابر ایک کلاوہ مجھ کو ناپ دو۔ میں تم کو ایک گنڈا بنوا لا دوں گی۔ میں جب حج کو گئی تھی تو اسی جہاز میں ایک بھوپال کی بیگم بھی سوار تھیں۔ شاید تم نے ان کا نام بھی سنا ہو، بلقیس جہانی بیگم، سب کچھ خدا نے ان کو دے رکھا تھا، دولت کی کچھ انتہا نہ تھی، نوکر چاکر، لونڈی، غلام پالکی نالکی سبھی کچھ تھا، ایک تو اولاد کی

طرف سے رنجیدہ رہا کرتی تھیں، کوئی بچہ نہ تھا، دوسرے نواب صاحب کو ان کی طرف مطلق التفات نہ تھا، شاید اولاد نہ ہونے کے سبب محبت نہ کرتے ہوں، ورنہ بیگم صورت میں چندے آفتاب، چندے ماہتاب اور حسن و دولت پر مزاج ایسا سادہ کہ ہم جیسے ناچیزوں کو برابر بٹھانا اور پوچھنا۔ بیگم کو فقیروں پر پرلے درجے کا اعتقاد تھا۔ ایک دفعہ سنا کہ تین کوس پر کوئی کامل وارد ہے۔ اندھیری رات میں گھر سے پیادہ پا ان کے پاس گئیں اور پہر تک ہاتھ باندھے کھڑی رہیں۔ فقیروں کے نام کے قربان جایئے۔ ایک مرتبہ جو شاہ صاحب نے آنکھ اٹھا کر دیکھا، فرمایا کہ جا مائی رات کو حکم ملے گا۔ بیگم کو خواب میں بشارت ہوئی کہ حج کو جا اور مراد کا موتی سمندر سے نکال لا، صبح کو اُٹھ کر حج کی تیاریاں ہونے لگیں، پانسو مسکین بیگم نے آپ کرایہ دے جہاز پر سوار کرائے۔ ان میں سے ایک میں بھی تھی، ہر وقت کا پاس رہنا، بیگم صاحبہ (الٰہی دونوں جہان میں سرخ رو) مجھ پر بہت مہربانی کرنے لگیں اور سہیلی کہا کرتی تھیں، دس دن تک برابر جہاز پانی میں چلا، گیارھویں دن بیچ سمندر کے ایک پہاڑ دکھائی دیا۔ ناخدا نے کہا: ''کوہِ حبشہ یہی ہے۔'' ایک بڑا کامل فقیر اس پر رہتا تھا، جو گیا بامراد آیا، بیگم صاحب نے ناخدا سے کہا کہ کسی طرح مجھ کو اس پہاڑ پر پہنچاؤ، ناخدا نے کہا، حضور! جہاز تو پہاڑ تک نہیں پہنچ سکتا، البتہ اگر آپ ارشاد کریں تو جہاز کو لنگر کریں اور آپ کو ایک کشتی میں بٹھا کر لے چلیں۔ بیگم نے کہا، خیر یہ سہی۔ پانچ عورتیں بیگم کے ساتھ کوہِ حبشہ پر گئی تھیں، ایک میں اور چار اور۔ پہاڑ پر پہنچے تو عجیب طرح کی خوشبو مہک رہی تھی۔ چلتے چلتے شاہ صاحب تک پہنچے۔ ہُو کا مقام تھا۔ نہ آدمی نہ آدم زاد۔ تن تنہا شاہ صاحب ایک غار میں رہتے تھے۔ کیسی نورانی شکل تھی، جیسے فرشتہ۔ ہم کو دعا دی، بیگم کو بارہ لونگیں دیں اور کچھ پڑھ کر دم کر دیا۔ مجھ سے کہا، چلی جا۔ آگرے اور دلی میں لوگوں کے کام بنا۔ بیٹی، ان بارہ لونگوں میں سے دو لونگیں یہ ہیں۔ ہم سب حج کر کے لوٹے تو نواب صاحب یا تو بیگم کی بات نہ پوچھتے تھے، یا یہ نوبت ہوئی کہ ایک مہینے آگے سے بمبئی میں آکر بیگم کو لینے کو پڑے تھے، جوں ہی بیگم نے جہاز پر سے پاؤں اتارا، نواب صاحب نے اپنا سر بیگم کے قدموں میں رکھ دیا اور رو رو کر خطا معاف کرائی۔ چھے برس میں بھوپال میں حج سے واپس آکر ٹھہری۔ فقیر کی دعا کی برکت سے لگاتار اوپر تلے اللہ رکھے چار بیٹے بیگم کے میرے رہتے ہو چکے تھے۔ پھر مجھ کو اپنا دیس یاد آیا۔ بیگم سے اجازت مانگی۔ بہت روکا، میں نے کہا کہ شاہ صاحب نے مجھ کو دلی، آگرے کی خدمت سپرد کی ہے۔ مجھ کو وہاں جانا ضرور ہے۔ یہ سن کر بیگم نے چار و ناچار مجھ کو رخصت کیا۔

دو لونگیں، اس کے ساتھ دو ورق کی حکایتِ دلچسپ۔ مزاج دار دل و جان سے معتقد ہو گئیں۔ ججّن تو لونگیں دے کر رخصت ہوئی، مزاج دار بہو نے غسل کر، کپڑے بدل، خوشبو لگا، ایک لونگ بسم اللہ کر کے اپنی چوٹی میں باندھی اور میاں کے پلنگ کی چادر اور تکیوں کے غلاف بدل ایک لونگ کسی تکیے میں رکھ دی۔ محمد عاقل جو گھر آیا، بی بی کو دیکھا صاف ستھری، پلنگ کی چادر بے کہے بدلی ہوئی۔ خوش ہوا اور التفات کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔

مزاج دار نے کہا: ''دیکھو ہم نے آج ایک چیز مول لی ہے۔'' یہ کہ کر ازار بند دکھایا۔

محمد عاقل نے کہا: ''کتنے کو لیا ہے؟''

مزاج دار نے کہا: ''تم آنکو، کتنے کا ہے؟''

وہ ازار بند خاص لاہور کا بنا ہوا نہایت عمدہ تھا۔ چوڑا چکلا، کلابتو کی لچھے دار ہڑیں۔ محمد عاقل نے کہا ''دو روپے سے کسی طرح کم نہیں۔''

مزاج دار: چار آنے کو لیا ہے۔

محمد عاقل: سچ کہو۔

مزاج دار: تمھارے سر کی قسم، چار ہی آنے کو لیا ہے۔

محمد عاقل: بہت سستا ہے۔ کہاں سے مل گیا؟

مزاج دار: ایک جُمّن بڑی نیک بخت ہے۔ بہت دنوں سے گلی میں آیا کرتی ہے۔ کسی بیگم کا ہے۔ بیچنے کو لائی تھی۔

یہ کہ کر سرمہ، نادِعلی، فیروزے کی انگوٹھی بھی مزاج دار نے دکھائی۔ طمع ایسی چیز ہے کہ بڑا سیانا آدمی بھی دھوکا کھا جاتا ہے۔ جنگلی جانور، مینا، طوطا، لال، بلبل آدمی کی شکل سے بھاگتے ہیں، لیکن دانے کی طمع سے جال میں پھنس جاتے ہیں اور زندگی بھر قفس میں قید رہتے ہیں۔ اسی طرح محمد عاقل اپنا فائدہ دیکھ کر خوش ہوا اور جب مزاج دار نے کہا کہ وہ جُمّن بیگم کا تمام اسباب جو بکنے کو نکلے گا، میرے پاس لانے کا وعدہ کر گئی ہے تو محمد عاقل نے کہا: ''ضرور دیکھنا چاہیے، لیکن ایسا نہ ہو چوری کا مال ہو، پیچھے خرابی پڑے اور ہاں جُمّن کوئی ٹھگنی نہ ہو۔''

مزاج دار نے کہا: ''خدا خدا کرو! وہ جُمّن ایسی نہیں ہے۔''

غرض بات گئی گزری ہوئی۔ محمد عاقل سے جو آج ایسی باتیں ہوئیں' لونگوں پر مزاج دار کا اعتقاد جم گیا۔ اگلے دن زلفن کو بھیج جُمّن کو بلوایا اور آج مزاج دار بیٹی بنیں اور جُمّن کو ماں بنایا۔ رات کے وقت محمد عاقل سے پھر جُمّن کا ذکر آیا۔ محمد عاقل نے کہا: ''دیکھو، ہوشیار رہنا۔ اس بھیس میں کٹنیاں اور ٹھگنیاں بہت ہوا کرتی ہیں۔'' لیکن طمع نے خود محمد عاقل کی عقل پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ اتنی موٹی بات وہ نہ سمجھا کہ دو روپے کا مال چار آنے میں کوئی بے وجہ بھی دیتا ہے۔ محمد عاقل کو مناسب تھا کہ قطعاً جُمّن کے آنے کی ممانعت کرتا اور سب چیزیں اس کی پھروا دیتا۔ مزاج دار کو اتنی عقل کہاں تھی کہ اس تہ کو سمجھتی۔ کئی دن کے بعد مزاج دار نے جُمّن سے پوچھا: ''کیوں بی، آج کل بیگم کا کوئی سامان نہیں لاتیں؟''

ججن نے جان لیا کہ اس کو اچھی چاٹ لگ گئی ہے۔ کہا: ''تمھارے ڈھب کی کوئی چیز نکلے تو لاؤں۔'' دو چار دن کے بعد جھوٹے موتیوں کی ایک جوڑی لائی اور کہا: ''لو بی، خود بیگم کی نتھ کے موتی ہیں۔ نہیں معلوم ہزار کی جوڑی ہے یا پانسو کی۔ پنّا مل جوہری کی دکان پر میں نے دکھائی تھی' لٹو ہو گیا۔ دو سو روپے زبردستی میرے پلّے باندھ دیتا تھا۔ میں بیگم سے پچاس روپے میں لائی ہوں۔ تم لے لو۔ پھر ایسا مال نہ ملے گا۔''

مزاج دار نے کہا: ''پچاس روپے نقد تو میرے پاس نہیں ہیں۔''

ججن نے کہا: ''کیا ہوا بیٹی۔ پہنچیاں بیچ کر لے لو۔ نہیں تو آج یہ موتی بک جائیں گے۔'' ججن نے ایسے ڈھب سے کہا کہ مزاج دار فوراً زیور کا صندوقچہ اٹھا لائی اور ججن کو پہنچیاں نکال حوالے کر دیں۔ ججن نے مزاج دار کا زیور دیکھ کر کہا ''اے ہے! کیسی بے احتیاطی سے زیور مولی گاجر کی طرح ڈال رکھا ہے۔ بیٹی، دھگدگی میں ڈوراڈلواؤ۔ بالی پتے، گلوبند، بازوبند میلے چیکٹ ہو گئے ہیں۔ میل سونے کو کھائے جاتا ہے۔ ان کو اُجلواؤ۔''

مزاج دار نے کہا: ''کون ڈوراڈلوائے اور کون اُجلوا کر لائے۔ ان سے کہتی ہوں تو وہ کہتے ہیں مجھے فرصت نہیں۔''

ججن نے کہا: ''اُوئی بیٹی! یہ کون سا بڑا کام ہے۔ لو، موتی رہنے دو۔ میں ابھی ڈوراڈلوا دوں اور جو زیور میلا ہے، نکال دو۔ میں ابھی اُجلوا دوں۔''

مزاج دار نے سب زیور حوالے کیا۔ ججن نے کہا: ''زلفن کو بھی ساتھ کر دو۔ سنار کے پاس بیٹھی رہے گی۔ میں پٹوے سے ڈورے ڈلواؤں گی۔''

مزاج دار نے کہا: ''اچھا'' یہ کہ کر زلفن کو آواز دی، آئی تو ججن نے کہا: ''لڑکی، ذرا میرے ساتھ چل۔ سنار کی دکان پر بیٹھی رہیو۔''

ججن نے زیور لیا۔ زلفن ساتھ ہوئی۔ گلی سے باہر نکلی ججن نے رومال کھولا اور زلفن سے کہا، لاؤ اجلوانے کے الگ کر لیں اور ڈوراڈلوانے کے الگ۔ زیور کو الگ کرتے کرتے ججن بولی: ''ایں! ناک کی کیل کیا ہوئی؟''

زلفن نے کہا: ''اسی میں ہو گی۔ ذرہ بھر کی تو چیز ہے۔ اسی پوٹلی میں دیکھو۔''

پھر ججن آپ ہی آپ بولی: ''اے ہے! پان دان کے ڈھکنے پر رکھی رہ گئی۔ اری زلفن دوڑ کر جا۔ جلدی سے لے آ۔''

زلفن بھاگی بھاگی آئی اور دروازے سے چلائی: ''بی بی، ناک کی کیل پان دان کے ڈھکنے پر رہ گئی ہے۔ ججن نے مانگی ہے۔ جلدی دو۔ ججن گلی کے نکڑ پر دینا بنیے کی دکان کے آگے بیٹھی ہے۔''

یہ کہنا تھا کہ مزاج دار بہو کا ماتھا ٹھنکا۔ زلفن سے کہا: ''باولی ہوئی ہے؟ کیسی کیل؟ میرے پاس کہیں تھی؟ تو نے دیکھی ہے؟ اری کم بخت! دوڑ۔ دیکھ تو نجّن کہیں چلی نہ جائے۔''

زلفن الٹے پاؤں دوڑی گئی۔ نجّن کو ادھر ادھر دیکھا، کہیں پتا نہ تھا۔ مزاج دار سے آ کر کہا: ''بی نجّن کا تو کہیں پتا نہیں۔ میں بازار تک دیکھ آئی۔ اتنی دیر میں نہیں معلوم کہاں غائب ہوگئی۔'' یہ سن کر مزاج دار سر پیٹنے لگی: ''ہائے! میں لٹ گئی! ہائے! میں لٹ گئی! ارے لوگو! خدا کے لیے دوڑیو۔''

موم گروں کے چھتے تک لوگ دوڑے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ کہیں کی بہتی بہاتی مہینے بھر سے کرائے پر آ کر رہی تھی۔ چار دن سے مکان چھوڑ چلی گئی۔ اب کیا ہوسکتا تھا۔ محمد عاقل نے آ کر سنا تو سر پیٹ لیا اور بیوی سے کہا: ''اری! تو گھر کو خاک سیاہ کر کے چھوڑے گی۔ میں تو تجھ کو پہلے سے جانتا ہوں۔''

مزاج دار نے کہا: ''چل دور ہو۔ اب باتیں بنانے کھڑا ہوا ہے۔ ازار بند دیکھ کر تو نے مجھ سے کہا تھا کہ بیگم کا اسباب ضرور دیکھنا۔''

غرض خوب مزے کی لڑائی دونوں میاں بی بی میں ہوئی۔ تمام محلّہ جمع ہوگیا۔ بات پر بات چلی تو معلوم ہوا کہ اسی نجّن نے کنجی کی گلی میں احمد بخش خان کی بی بی کا تمام زیور اس حیلے سے ٹھگ لیا کہ ایک فقیر سے دُونا کرادوں گی۔ روئی کے کٹڑے میں میاں مسیتا کی بیٹی سے ایسی محبت بڑھائی کہ اس کا زیور بہانے سے اڑا لے گئی۔ غرض زیور تو گیا گزرا ہوا، باتیں بہت سی رہ گئیں۔ برتن چوری جا چکے تھے۔ زیور یوں غارت ہوا۔ ہزار روپے کے موتیوں کی جوڑی جو لوگوں نے دیکھی تو تین پیسے کی تھی۔ تھانے میں اطلاع ہوئی۔ لوگوں نے بطورِ خود بہت ڈھونڈا، نجّن کا سراغ نہ ملا پر نہ ملا۔

اکبری کو جہیز میں جو کپڑے ملے تھے، ان کا حال سنیے۔ جب تک ساس کے ساتھ رہیں، ساس دسویں دن نکال کر دھوپ دے دیا کرتی تھیں۔ شروع برسات میں الگ ہو کر رہیں۔ کپڑوں کا صندوق جس کوٹھڑی میں جس طرح رکھا گیا تھا، تمام برسات گزر گئی، اس کو دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ وہیں اسی طرح رکھا رہا۔ جاڑے کی آمد میں دولائی کی ضرورت ہوئی تو صندوق کھولا گیا۔ بہت کپڑوں کو دیمک چاٹ گئی تھی۔ چوہوں نے کاٹ کاٹ کر بغارے ڈال دیے تھے۔ کوئی کپڑا اسلامت نہیں بچنے پایا۔

اکبری کا جتنا حال تم نے پڑھا، اس سے تم کو معلوم ہوا ہوگا کہ اکبری کو نانی کے لاڈ پیار نے زندگی بھر کیسی مصیبت میں رکھا۔ لڑکپن میں اکبری نے نہ کوئی ہنر سیکھا نہ کچھ اس کے مزاج کی اصلاح ہوئی۔ جب اکبری نے ساس سے جدا ہو کر الگ گھر کیا، برتن بھانڈا، کپڑا زیور سب کچھ اس کے پاس موجود تھا، چونکہ خانہ داری کا سلیقہ نہیں رکھتی تھی چند روز میں تمام مال و اسباب خاک میں مِلا دیا اور ایک ہی برس میں ہاتھ کان سے ننگی رہ گئی۔ اگر محمد عاقل بھی اس کی طرح احمق اور

بدمزاج ہوتا تو شاید ایک دوسرے سے قطع تعلق ہو جاتا، لیکن محمد عاقل نے ہمیشہ عقل و شرافت کو برتا۔ ہم کو اکبری کے اتنے حالات معلوم ہیں کہ اگر ہم سب کو لکھنا چاہیں تو ایسی تین چار کتابیں بنیں مگر اکبری کے حالات پڑھنے سے کبھی تو غصہ آتا ہے اور کبھی طبیعت کڑھتی ہے۔ اس سے اس کے زیادہ حالات لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔

(مرآۃ العروس)

## سوالات

۱۔ مختصر جواب دیجیے:

الف۔ کٹنی نے اکبری کو پھانسنے کے لیے اسے کن کن تبرکات کی زیارت کرائی اور اکبری نے کن دو چیزوں کو پسند کیا؟

ب۔ اکبری نے دو روپے والا ازار بند چار آنے میں خریدا تو محمد عاقل نے اس کی حوصلہ افزائی کیوں کی؟

ج۔ کٹنی نے اکبری سے اس کا سارا زیور کس بہانے سے ہتھیا لیا؟

د۔ کٹنی نے زلفن کو کیا کہہ کر واپس گھر بھیج دیا؟

ہ۔ کٹنی نے اکبری کے علاوہ اور کس کس کو اپنے جال میں پھنسایا؟

و۔ اکبری نے اپنے جہیز کے کپڑوں کا ستیاناس کیسے کیا؟

۲۔ کٹنی نے اکبری کو بھوپال کی بیگم کا جو خودساختہ واقعہ سنایا، اسے اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

۳۔ آپ کے خیال میں اکبری سے کون کون سی حماقتیں سرزد ہوئیں؟

۴۔ بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ مولوی نذیر احمد اپنے ناپسندیدہ کرداروں کے عیب بیان کرتے ہوئے مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ آپ کے خیال میں اکبری کی حماقتیں معاشرتی نوعیت کی ہیں یا انھیں بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے؟

۵۔ اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

۶۔ جاہل اور کمزور ایمان کے لوگ عموماً توہم پرست ہوتے ہیں۔ سبق میں توہم پرستی کی چند مثالیں موجود ہیں۔ ان میں سے دو کی نشاندہی کیجیے اور انھیں اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

۷۔ درج ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

ڈھب پر چڑھنا، ریجھ جانا، آہ کھینچنا، لوٹ ہو جانا، چاٹ لگنا، لٹو ہو جانا، ماتھا ٹھنکنا،

سر پیٹ لینا، گھر کو خاک سیاہ کر کے چھوڑنا، اڑا لینا۔

۸۔ درج ذیل جملوں کی وضاحت کیجیے:۔

الف۔ مجّن نے مزاج دار کو باتوں ہی باتوں میں تاڑ لیا کہ یہ عورت جلد ڈھب پر چڑھ جائے گی۔

ب۔ اپنے قد کے برابر ایک کلاوہ مجھ کو ناپ دو، میں تم کو ایک گنڈا بنوا لا دوں گی۔

ج۔ مزاج دار بیٹی بنیں اور مجّن کو ماں بنایا۔

د۔ کہیں کی بہتی بہاتی مہینے بھر سے کرائے پر آ کر رہی تھی۔

ہ۔ مجّن کا سراغ نہ ملا پر نہ ملا۔

و۔ ایک ہی برس میں ہاتھ کان سے ننگی رہ گئی۔

۹۔ درج ذیل اقتباسات کی سیاق و سباق کے حوالے سے تشریح کیجیے:

الف۔ طمع ایسی چیز ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجّن کوئی ٹھگنی نہ ہو۔

ب۔ اکبری کو نانی کے لاڈ پیار نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہاتھ کان سے ننگی رہ گئی۔

## مطابقت:

مطابقت کے معنی ہیں مطابق ہونا، موافق ہونا یا برابر ہونا لیکن قواعد کی رُو سے فعل کی اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ، صفت کی اپنے موصوف کے ساتھ اور علامتِ اضافت (کا، کے، کی) کی اپنے مضاف کے ساتھ نسبت کے بدلنے کو مطابقت کہتے ہیں۔ گویا ہم کہ سکتے ہیں کہ فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ، صفت اپنے موصوف کے ساتھ اور علامتِ اضافت اپنے مضاف کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔ مثلاً ان جملوں پر غور کیجیے:

ماں چلی گئی بیٹا چلا گیا۔ ماں اور بیٹا دونوں چلے گئے۔

علم انسان کا درجہ بڑھا دیتا ہے۔ علم اور نیک چلن، انسان کا درجہ بڑھا دیتے ہیں۔

لڑکی نے پانی پیا۔ لڑکے نے کہانی پڑھی۔

☆☆☆☆☆